استشراق اور اس کے محرکات و مکاتب فکر

از جناب سید علیم اشرف جائسی ۔لیبیا۔

استشراق مشرق کے خلاف عموماً اور عالم اسلام کے خلاف خصوصاً مغربی سازشوں کے مثلث کا ایک زاویہ ہے۔ مکروفریب کے اس مغربی تکون کے دوسرے دو زاویے تبشیر اور استعمار ہیں۔ لیکن استشراق اپنے طویل اور دور رس اثرات کی بنا پر اس مثلث کا سب سے خطرناک زاویہ ہے۔

اگرچہ مستشرقین اور ان کے مشرقی ہمنوا جو مستغربین بھی کہلاتے ہیں کا اصرار ہے کہ استشراق ایک خالص علمی تحریک ہے اور دنیائے مشرق پر اس کے گراں قدر احسانات ہیں، مگر مستشرقین کا یہ دعوی خلاف واقعہ اور تاریخی حقائق کی نفی کرتا ہے، ان کے جو مشرقی ہمنوا ان کی لے میں لے ملاتے ہیں، وہ اس بنا پر کہ مغربی تہذیب نے ان کی نگاہوں کو خیرہ کر دیا ہے۔

استشراق کے ظہور اور نشوو ارتقاء میں علمی محرک کا اعتراف ہم کو بھی ہے۔ مگر اس کی حیثیت ثانوی درجے کی ہے، یہاں استشراق کے اہم محرکات کا ایک جائزہ لینا ناموزوں نہ ہو گا۔ کیونکہ ان کی معرفت استشراق کے مطالعے اور اس کے مقاصد کے تعین میں مدومعاون ہو گی۔ اہم محرکات مندرجہ ذیل ہیں۔

ا۔ دینی محرک۔

یہ استشراق کے ظہور وارتقا کا سب سے قوی محرک ہے، جس کی تصدیق متعدد تاریخی شواہد سے ہوتی ہے۔

الف۔۔۔۔اس پر مفکرین و محققین کا اتفاق ہے کہ استشراق کا آغاز کلیساؤں سے ہوا۔

ب۔۔۔۔ کاروان استشراق کے اولین مسافروں کا تعلق براہ راست کلیساؤں سے تھا۔ جیسے فرانسیسی راہب جربرٹ جو ۹۹۹ء میں ویٹکن کا سربراہ بنا، سلفسٹر دوئم، بطرس محترم ۱۱۵۶ء جیرارڈ کریمونی ۱۱۸۹ء ریکولڈو ۱۳۲۰ء اور یوحنا شقوبی ۱۴۵۶ء وغیرہ

ج۔۔۔۔۔۔مشرقی علوم سے متعلق مغرب کے بیشتر علمی وثقافتی ادارے پادریوں اور راہبوں کی کاوش کا نتیجہ ہیں۔ جیسے "مشرقی زبانوں کی تعلیم کا ادارہ" جسے بابا ہونو دیوس چہارم نے ۱۲۸۵ء میں فرانس میں قائم کیا۔ "سوربون یونیورسٹی" جسے مشہور فرانسیسی پادری روبیرٹ دی سوربو نے قائم کیا اور اس کی تجدید بھی ایک پادری رشیلیو کے ہاتھوں ۱۶۲۶ء میں ہوئی اسپین کا "دفتر مترجمین" جسے طلیطلہ کے اسقف اعظم ریمونڈاول نے ۱۱۳۰ء میں قائم کیا، روم کا "مارونی کالج" جس کا قیام بابا گریگوریس کی کوشش سے ۱۵۸۴ء میں عمل آیا اور اٹلی ہی کے ایک شہر فلورنسا کا "مدرسہ برائے مشرقی زبان" جس کی بناء ۱۹۲۳ء میں کارڈینال ڈیمیڈیچی نے ڈالی۔ ایسے ہی اور بہت سے ادارے، مدرسے، کتب خانے مطابع اور جامعات جو پادریوں اور راہبوں کی کوششوں کے مرہون منت ہیں۔

د۔۔۔۔۔۔استشراق کا قدیم ادب ولٹریچر بھی اس محرک کے وجود کی ایک بہترین دلیل ہے جس کا سرسری مطالعہ اس دعویٰ کو یقین میں تبدیل کرنے کے لیے کافی ہے۔

ھ۔۔۔۔۔۔مستشرقین اور مبشرین کے درمیان گہرے روابط اور افادہ واستفادہ پر مبنی تعلقات بھی استشراق کے دینی محرک کی غمازی کرتے ہیں۔

و۔۔۔۔۔۔خود بعض مستشرقین نے دینی محرک کے وجود کا اعتراف کیا ہے۔

۲۔استعماری محرک۔۔

- یہ محرک دو عصروں میں منقسم ہے۔ ۱۔ عملی استعمار سے پہلے کا عصر جسے ہم استعمار کی فکری اور عسکری تیاریوں کا عصر کہہ سکتے ہیں اور ۲۔ عملی استعمار کا عصر ان دونوں عصروں میں استشراق کے اس محرک کی موجودگی کے وافر ثبوت اور دلائل پائے جاتے ہیں۔ مثلاً۔۔

الف۔ عملی استعمار سے قبل مستشرقین نے مشرقی ملکوں کے جو علمی سفر کیے ان کے نتائج کو استعماری مقاصد کے لیے استعمال کیا گیا بلکہ بعض کا سفر تو استعماری قوتوں کے اشاروں پر ہی ہوا۔ جس کی بہترین مثال کتاب "ہیمفرے کے اعترافات" ہے۔ ایسے ہی ۱۷۹۸ء میں نپولین کے مصر پر حملے کا محرک بھی فرانسیسی مستشرق کانٹ ڈی دولنی کا مصر کا سفر نامہ تھا۔

ب۔ استعماری طرز ورنگ اور خوبو والا استشراقی ادب۔

ج۔ بعض مستشرقین کا یہ اعتراف کہ انہوں نے اور ان کے بہت سے ساتھیوں نے استعماری طاقتوں کے لیے کام کیا۔ جیسے مشہور مستشرق مارٹینی نے ایک انٹرویو میں اعتراف کیا کہ "عملی استعمار کے عصر میں بیشتر مستشرقین اس کے ساتھ مکمل طور پر وابستہ تھے۔" (رسالہ "الموقف الادبی" عدد ۱۲۲، ۱۹۸۱ء)

د۔ کئی مستشرقین نے استعماری فوجوں کے اعلیٰ مناصب پر کام کیا۔ جیسے واٹسن اور ریچر وغیرہ۔

ھ۔ مغربی نو آباد کاروں نے مشرقی اقوام کے سلسلے میں اپنی حکمت عملی طے کرنے کے لیے استشراقی آداب اور مطالعات وتحقیقات کا سہارا لیا۔ جیسے برطانوی استعمار کی مشہور پالیسی "لڑاؤ اور

حکومت کرو" دراصل استشراق کے فرقہ وارانہ مطالعات سے ماخوذ ہے۔

و۔ نو آباد کاروں نے استشراق کی سرپرستی اور حوصلہ افزائی کی کیونکہ انہیں اپنی نو آبادیوں کے دینی، سماجی، سیاسی اور اقتصادی حالات کو سمجھنے کے لیے اس کی ضرورت تھی جس کے بغیر نہ تو نو آبادیوں پر گرفت رکھی جاسکتی تھی اور نہ ہی ان کے حدود میں توسیع ممکن تھی۔ اس سلسلے میں ولیم میور، کرومر، اسپرنگر، گلگسٹ، واٹسن اور لارنس وغیرہ سینکڑوں مستشرقین کے نام پیش کیے جاسکتے ہیں۔ جنہوں نے مختلف شعبوں میں استعمار کے لیے کارہائے نمایاں انجام دیے۔

۳۔ نفسیاتی محرک۔

اس محرک کا تعلق انسان کے فطری تقاضوں سے ہے۔ ہر انسان میں خواہ وہ کہیں کا رہنے والا ہو یہ جذبہ موجود ہوتا ہے۔ اس محرک کے مختلف مظاہر ہیں۔

ا۔ سفر و سیاحت کی خواہش

ب۔ دوسری قوموں کے احوال جاننے میں رغبت

ج۔ مادی فوائد کے حصول کا جذبہ۔

د۔ اپنے معتقدات اور نظریات میں دوسروں کو شریک کرنے کی آرزو۔

۴۔ اقتصادی محرک۔

لبنانی نژاد اور معاصر امریکی مفکر "ایڈورڈ سیڈ" جو بین الاقوامی شہرت کے انگریزی ادیب و ناقد اور ماہر استشراقیات ہیں کی رائے ہے کہ استشراق کے ابتدائی دور میں دینی محرک کی جو حیثیت تھی وہی حیثیت آخری دور میں اقتصادی محرک کو حاصل ہو گئی باقی دوسرے محرکات ضمنی حیثیت کے تھے۔

ایڈورڈ سیڈ کی رائے سے اس حد تک تو ہمیں اتفاق ہے کہ استشراق کے محرکات میں اقتصادی محرک بھی ہے لیکن دوسرے محرکات کو ضمنی قرار دینے کی بات محل نظر ہے۔

۵۔ سیاسی محرک۔

دوسری جنگ عظیم کے بعد بعض سیاسی اور سماجی حالات کی بنا پر مغرب کے لیے اپنی نو آبادیات کو باقی رکھنا ممکن نہیں رہا۔ یا پھر ذرائع ابلاغ اور وسائل نقل و حمل کی ترقی نے براہ راست استعمار کو غیر ضروری بنا دیا۔ جب ایشیاء اور افریقہ کے بہت سے ملکوں کی "آزادی" کے بعد مغربی ملکوں سے ان کے سفارتی تعلقات قائم ہوئے تو مغرب نے ان ملکوں میں قائم اپنے سفارت خانوں، کونسلز اور سیاسی اداروں کو مستشرقین کے حوالے کر دیا۔ جنہوں نے اس ذمہ داری کو بحسن و خوبی انجام دیا جو مغربی ملکوں نے انہیں سپرد کی تھی۔ چنانچہ نصف صدی بعد بھی مشرق میں موجود سیاسی عدم استقرار، خوں ریزی، دہشت گردی، فرقہ واریت اور جاسوسی و تخریب کاری کے بیشتر واقعات میں براہ راست یا بالواسطہ یہ مغربی سفارت خانے ملوث ہوتے ہیں اور بعض ملکوں میں تو یہ سفارت خانے اس قدر طاقتور اور بااختیار

ہیں کہ وہ ہمیں نو آبادیاتی دور کی ریزیڈنسیوں کی یاد دلا۔۔ ہیں۔

۶۔ علمی محرک۔

مستشرقین کی ایک مختصر سی جماعت نے مشرقی علوم و آثار کے مطالعہ و تحقیق کو خالص علمی بنیادوں پر اختیار کیا ہے اور انسانی علوم و معارف کی قابل ستایش خدمت کی، جیسے کارلائل ۲ تیان دہی نے، مارشل بوذا، رد جر گاؤڈے وغیرہ

استشراق کے مطالعہ کے لیے اس کے محرکات کی طرح اس کے مختلف مکاتب فکر اور ان کی نمایاں خدوخال اور خصوصیات کو جاننا بھی ضروری ہے۔ کیونکہ اس کے بغیر استشراق کے عمق فکر تک پہنچنا اور اس کے مختلف ابعاد کا احاطہ کرنا ناممکن نہیں تو دشوار ضرور ہے۔ دراصل اس کے خدوخال اور خصوصیات کے پس پشت مختلف قسم کے دینی، تاریخی، سماجی اور سیاسی عوامل کارفرما ہیں جن کے تجزیہ کے لیے خود ایک مستقل مضمون در کار ہے۔ یہاں ہم استشراق کے اہم سکولوں اور ان کے نمایاں خدوخال کا جائزہ لیں گے۔

۱۔ برطانوی سکول۔

مشرق سے جزیرہ برطانیہ کا تعلق خاصہ قدیم ہے۔ ظہور اسلام سے قبل بھی اس تعلق کا سراغ ملتا ہے۔ لیکن مشرق کے بارے میں ہمارے علم کے مطابق پہلی برطانوی تصنیف برطانوی سیاح ویلی بالڈ کا وہ سفر نامہ ہے جو اس نے پہلی صدی ہجری میں عرب ممالک کی سیاحت کے بعد مرتب کیا تھا۔

استشراق کے برطانوی سکول کے نمایاں خدوخال مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ اس سکول کی ابتداء خالص ذاتی نوعیت کے مقاصد سے ہوئی، جن میں سب سے اہم مقصد اندلس اور صقلیہ (سسلی) کے مسلم علماء سے عربی زبان اور فلسفہ کا حصول تھا۔ تشنگان علم اپنی پیاس بجھانے کے لیے اندلس جاتے تھے، برطانوی حکومت بھی طلبہ کے وفود روانہ کرتی تھی۔ ان میں سے ایک وفد کی سربراہی شہزادی ڈوبان نے بھی کی تھی۔ جو پرنس آف ولز کی لڑکی تھی۔

۲۔ تبشیری اور استعماری مقاصد نے برطانوی استشراق کو نیا جوش و خروش دیا۔

۳۔ مسلمانوں سے متعلق اس سکول کی توجہ مسلمانوں کی زبانوں اور ان سے متعلق علوم پر ہی رہی۔

۴۔ ہندوستان اور اسلامی ممالک خصوصیت سے مصر اس کا محور رہے۔

۵۔ آکسفورڈ اور کیمبرج کی یونیورسٹیوں میں اس سکول کی نشوونما ہوئی۔

۶۔ اس کے ارکان نے برطانوی وزارت خارجہ اور نو آبادیات میں فوجی اور سفارتی خدمات انجام دیں اور مشیروں کی حیثیت سے کام کیا۔ جیسے رچرڈ اور واٹسن وغیرہ۔

۷۔ گزشتہ صدی سے اس نے اسلامیات میں بھی دلچسپی لینا شروع کر دیا اور عرب ملکوں میں

پٹرول نکلنے کے بعد اس دلچسپی میں غیر معمولی اضافہ ہوا ہے۔

۸۔ اس کے بعض اعضاء عربی اکیڈمیوں کے ممبر رہے جیسے نیکولسن وغیرہ اور بعض نے مشرقی مدارس و جامعات میں علوم شرقیہ کی تعلیم و تدریس کے فرائض انجام دیے جیسے، اسپر نگر جس نے اسلامک کالج دہلی کے سربراہ اور فورٹ ولیم کالج کے ڈائریکٹر کی حیثیت سے کام کیا اور آرنلڈ مسلم یونیورسٹی اور لاہور کالج میں صدر شعبہ فلسفہ رہے۔

۹۔ رواں صدی کے نصف آخر میں اس کے دائرہ کار میں نمایاں وسعت آئی ہے۔ متعدد برطانوی، یونیورسٹیوں میں شعبہ استشراق قائم ہوا ہے اور علوم شرقیہ سے متعلق تعلیمی اداروں، کتب خانوں اور مطابع کی تعداد میں بھی اضافہ ہوا ہے۔

ب امریکی سکول۔

اس کے خدوخال بھی برطانوی سکول جیسے ہیں البتہ موجودہ صدی کے نصف آخر سے امریکی سکول کی مستقل شناخت بنتی جارہی ہے جس کے متعدد اسباب ہیں۔

۱۔ غیر معمولی مادی وسائل اور برطانیہ پر کئی گنا فوقیت رکھنے والے ذرائع ابلاغ نے امریکی استشراق کو نئی جہتیں عطا کیں۔

۲۔ عالم اسلام میں امریکہ کی دلچسپیوں میں اضافہ اور عرب اسرائیل تنازعے میں اس کا کردار۔

۳۔ امریکی زندگی کے مختلف گوشوں پر صیہونی اثرات۔

۴۔ سرد جنگ کے دوران کمیونسٹ اثرات کے مقابلے کے لیے امریکہ کے سیاسی اور عسکری تعلقات اور مصالح دنیا کے سارے ملکوں سے وابستہ ہو گئے۔ جن کی حفاظت کے لیے امریکی استشراق بھی زیادہ فعال، متنوع اور وسیع ہو گیا۔

۵۔ امریکی تعلیمی اداروں میں آنے والے دنیا بھر کے طلبہ نے بھی اس سکول کو موضوعی اور جغرافیائی دونوں اعتبار سے متنوع بنا دیا ہے۔

ج۔ جرمنی سکول۔

مشرق سے جرمنی کا تعلق دسویں صدی عیسوی سے شروع ہوا جبکہ اس کے شہنشاہ نے ۹۵۶ء میں یوحنا نام کے ایک پادری کو اپنا سفیر بنا کے خلیفہ الناصر کے پاس بھیجا تھا اور کراٹسمان پہلا جرمنی فاضل ہے۔ جو مستشرق کی حیثیت سے مشہور ہوا۔ علوم شرقیہ کی خدمات کے اعتبار سے یہ استشراق کا سب سے اہم مدرسہ ہے، اس کے بعض خدوخال حسب ذیل ہیں۔

۱۔ اس سکول کے مستشرقین فنا فی العمل، غیر معمولی صبر و ریاضت اور طویل المدتی کار گزاریوں کے لیے معروف ہیں۔ وسٹنفلڈ نے تحقیق و مطالعے میں اپنی بصارت گنوادی اور یوہان راسیکے نے اپنی ساری زندگی عربی زبان وادب کے لیے وقف کر دی اور شہید ادب عربی کے نام سے مشہور ہوا اور بروکلمان نے اپنی صرف ایک کتاب "تاریخ ادب عربی" کی ترتیب و تصنیف میں نصف

صدی صرف کر دی۔

۲۔ عمل کی ضخامت بھی اس سکول کی نمایاں خصوصیت ہے، بقول المنجد۔ متعدد جرمن مستشرقین کی کارگزاریوں کی فہرست اس قدر طویل ہے کہ وہ اپنی ذات میں ایک مستقل اکیڈمی کی حیثیت رکھتے ہیں۔

۳۔ اٹھارہویں صدی سے قبل اس کی کارگزاری کا کوئی قابل ذکر نمونہ نہیں ملتا ہے۔

۴۔ مخطوطات کی تحقیق واشاعت اور ان کی فہارس کی ترتیب وتدوین میں اس سکول کو امتیازی شان حاصل ہے، جس کا مقابلہ کوئی بھی دوسرا سکول نہیں کر سکتا۔

۵۔ عربی لغات کی تحقیق واشاعت میں بھی اس نے نسبتاً زیادہ اہم کام کیا ہے۔

۶۔ اس سکول کے بعض مستشرقین نے مشرق کی جامعات میں تدریسی خدمت انجام دی اور کئی ایک عربی اکیڈمیوں کے ممبر رہے۔

۷۔ مشرقی آثار میں اس سکول کی دلچسپیاں سب سے نمایاں ہیں اور اس سلسلے میں جرمنی نے بہت سی مشرقی ملکوں میں علمی و تحقیقی ادارے قائم کیئے۔

۸۔ اس سکول کا دائرہ کار عربی زبان اور اسلامی علوم تک ہی محدود رہا۔ صرف چند افراد ہی اس دائرے سے باہر نکلے۔ جنہوں نے سنسکرت زبان اور ہندوستانی فلسفے کو اپنا موضوع بنایا۔

۹۔ جرمن زندگی کے تمام شعبوں کی طرح یہ بھی نازی تحریک سے متاثر ہوا۔

۱۰۔ اس اسکول میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نفرت وعداوت کے جذبات سب سے کم ملتے ہیں۔

د۔ اطالوی سکول

مشرق سے اپنے قدیم ترین تعلقات کی بنیاد پر پورے یورپ میں اٹلی کو امتیازی حیثیت حاصل ہے۔ اور یہ تعلقات قبل مسیح سے قائم ہیں اس کے متعدد اسباب ہیں۔ جیسے جغرافیائی قربت، شمالی افریقہ اور بلاد شام میں طویل عرصے تک قائم رومی حکومت، بحیرہ روم سے ہونے والی مشرق ومغرب کی تجارت میں اطالوی بندر گاہوں کا کردار، عربوں کی صقلیہ میں حکومت اور ویٹکن کا اٹلی میں وجود وغیرہ۔ اس اسکول کی اہم خدوخال و علامتیں درجہ ذیل ہیں۔

۱۔ اس کے ظہور وارتقاء میں ویٹکن کا بنیادی حصہ رہا ہے۔

۲۔ اس کا اولین محرک خالص دینی نوعیت کا تھا، چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اٹلی میں علوم شرقیہ کے تمام ادارے اور مراکز راہبوں اور پادریوں کی کوشش سے قائم ہوئے جیسے روم کا مارونی کالج، جسے پاپائے روم گریگوریس نے ۱۵۸۴ء میں قائم کیا اور فلورنسا کا "مشرقی زبانوں کا اسکول" جس کی بنیاد ۱۹۲۳ء میں کارڈینال ڈی میڈیچی نے رکھی

۳-عام طور پر اسلام اور مسلمانوں اور خصوصیت سے عربوں اور عربی زبان پر اس کی توجہ مرکوز رہی، کایتانی ،نلینو،جویدی اور میکانجلو جیسے مشاہیر اطالوی مستشرقین کی تحریریں اس کا ثبوت ہیں۔

۴-اس اسکول کے بعض افراد بیک وقت ایک سے زیادہ عربی اکیڈیمیوں کے ممبر رہے جیسے نیلنو اور فرائیشکو۔اور بہت سے دوسروں نے عرب کی یونیورسٹیوں میں درس و تدریس کا کام کیا۔اور ان سے متعدد عرب مشاہیر نے تعلیم حاصل کی جیسے مشہور عربی ادیب ونا قد طہ حسین نے نیلنو سے تعلیم پائی جس کی گہری چھاپ ان کے فکر وادب میں ملتی ہے۔

۵-اس اسکول کی ایک امتیازی خصوصیت یہ ہے۔کہ اس میں خواتین نے بڑی مقدار میں شرکت کی۔ جیسے ماریا نلینو۔اور انجیلاوغیرہ

۶-علمی وراثت بھی اس اسکول کی خاص علامت ہے جیسے۔جویدی اور اس کا بیٹا میکانجلو، گبریلے اور اس کا بیٹا فرانشکواور نلینواوراس کی بیٹی ماریا۔وغیرہ۔

ھ-فرانسیسی اسکول

فرانس میں استشراق کے ظہور کے متعدد اسباب تھے۔جیسے اندلس میں اسلامی حکومت کا قیام (۷۱۱ تا ۱۴۹۲ء) جنوبی فرانس کے بعض علاقوں پر مسلمانوں کا تسلط،اندلس میں انفرادی اور اجتماعی طور پر فرانسیسی طلبہ کا حصول علم کیلئے آمدورفت،ایک علمی وفد میں شاہنشاہ لوئس ششم کی خالہ زاد بہن شہزادی الزبتھ بھی شریک تھیں۔صلیبی جنگوں میں فرانس کی پر جوش شرکت، تبشیری اعمال میں اس کی دلچسپی، نپولین کا مصر پر حملہ،(۱۷۹۸ء)اور بہت سے اسلامی اور مشرقی ملکوں میں فرانسیسی استعمار اور نو آبادیوں کا قیام وغیرہ ہیں۔فرانس کے استشراقی اسکول کے نمایاں خدوخال میں میں بعض مندرجہ ذیل ہیں۔

۱-اسکی سرگرمیوں کے بنیادی طور پر تین محور ہیں۔(ا) دینی محور (ب) سیاسی محور (ج) استعماری محور

۲-۱۷۹۵ء میں قائم ہونے والے مشرقی زبانوں کاانسٹیٹیوشن اور سوربون یونیورسٹی نے اس اسکول کو فعال اور متحرک بنانے میں نمایاں کردار ادا کیا۔

۳-اس اسکول کے آغاز میں بھی راہبوں اور پادریوں کا نمایاں کردار تھا۲اور اس کے بیشتر قدیم ادارے پادریوں کے ہی مرہون منت تھے اور ان ہی کی سرپرستی میں چلتے تھے۔

۴-اس اسکول کی سب سے امتیازی خصوصیت عرب ملکوں کے غیر عربوں کی زبان اور ان کی تہذیب وثقافت کاوسیع مطالعہ ہے۔جو اس کی بدنیتی کا غماز ہے۔اس سلسلے میں متعلقہ قوموں اور جماعتوں کے بارے میں فرانسیسی مستشرقین کے مقالے،رسائل اور کتابیں یورپ کے نزدیک اولین مصادر کی حیثیت رکھتے ہیں جیسے

ا-رسالہ "مخطوطات بربر" (۱۹۱۵ء ــــ ۱۹۲۰ء)

ب-کتاب "قبطی اور بربر ادیان کا مطالعہ"

ج۔ کتاب "طوارق اور بربر لہجوں کا مطالعہ"
د۔ مقالہ "بربر، اسلام اور فرانس" وغیرہ۔
بربر، طوارق اور اقباط کی طرح دروز، ارمن اور اکراد وغیرہ پر بھی مختلف مضامین اور کتابیں اس اسکول کی طرف سے شائع ہوئیں۔
۵۔ اس اسکول نے فرانسیسی نو آبادیوں کی تہذیب و ثقافت اور نظام تعلیم اور زبان پر گہرے اثرات ڈالے جس کی مثال کسی بھی دوسرے اسکول میں نہیں ملتی
۶۔ استعمار کے وقت میں متعدد فرانسیسی مستشرقین نے فرانسیسی فوج اور اس کی نو آبادیوں میں اعلی عہدوں پر کام کیا۔ اور استعمار کے خاتمے کے بعد اہم ترین سیاسی اور سفارتی خدمات انجام دیں۔
۷۔ اس کے افراد کا موضوعاتی تخصص بھی اس اسکول کی ایک خصوصیت ہے۔
۸۔ مشرقی ملکوں خاص کر اپنی نو آبادیوں میں بہت سے اسکول، مدارس اور ثقافتی مراکز قائم کیئے جیسے (الف) انسٹیٹیوٹ برائے مطالعہ شمالی مراکش ۱۹۴۱ء میں قائم ہوا۔
ب۔ مصر کا "فرانسیسی علمی انسٹیٹیوٹ" ۱۷۹۸ء میں نپولین نے قائم کیا،
ج۔ قاہرہ کا "فرانسیسی مرکز برائے مشرقی آثار" ۱۷۹۸ء میں قائم ہوا
د۔ دمشق اور تہران کے فرانسیسی ثقافتی مراکز۔
ھ۔ تیونس کا "انسٹیٹیوٹ برائے عربی ادب" ۱۸۴۱ء میں قائم ہوا۔
و۔ الجزائر کا "مدرسہ برائے ادب عالیہ" ۱۸۸۱ء میں بنایا گیا۔

و۔ روسی اسکول

اگرچہ سابق سوویت یونین اور موجودہ وفاقی روس کا بیشتر حصہ مشرق میں واقع ہے۔ مگر اس کے باوجود اس کا شمار استشراقی مدارس میں ہوتا ہے۔ جس کے منطقی اسباب یہ ہیں۔
(۱)۔ سوویت یونین یا موجودہ روس مشرق کیلئے اپنے مقاصد، خواہشات، عزائم اور سیاسی نقطہ نظر میں دوسرے مغربی ملکوں جیسا ہی تھا۔ اور ہے۔
(۲)۔ علوم شرقیہ سے وابستہ روسی محققین و مصنفین اپنی فکر اور طریقہ کار میں عام مستشرقین سے مختلف نہیں ہیں۔
(۳)۔ سابق یونین ہو یا موجودہ وفاق دونوں میں حاکم طبقہ کا تعلق یورپی حصہ سے تھا اور ہے۔
(۴)۔ سویت یونین کے مارکسی اور الحادی نظریات مذہبی قدروں میں یقین رکھنے والے مشرق کیلئے مسیحی استشراق سے بڑا خطرہ تھے۔ اور ہیں۔
مشرقی ملکوں خاص کر عالم اسلام سے روس کے ابتدائی تعلقات کی نشاندہی بارہویں صدی عیسوی میں ہو تی ہے۔ جب روسی زائرین نے بیت المقدس کے سفر زیارت کے حالات پر کتابیں لکھیں جن میں پادری

دانیال کے سفر نامے ۱۱۰۶-۱۱۰۸ء نے بڑی شہرت حاصل کی

واضح رہے کہ یہاں روسی اسکول کے جن خدوخال اور خصوصیات کا ذکر کیا جائے گا ان کا تعلق سابق روسی صدر گورباچوف کے ذریعہ "پیراسٹرائیکا" کے اعلان کے تاریخ (۱۵ جولائی ۱۹۸۸ء) سے پہلے کے روس سے ہے۔ بلاشبہ ستر سال سے آگ اور فولاد کی قوت سے نافذ اس فاسد اور ناپاک نظام کا خاتمہ روسی زندگی کے تمام گوشوں کو متاثر کرے گا۔ اور لازمی طور پر روسی استشراق کی صورت کیا ہوگی۔ اسے مستقبل کو طے کرنا ہے۔ لیکن اشتراکیت سے سرمایہ داری اور مغربی قدروں کیطرف روس کی موجودہ اندھی دوڑ کو دیکھتے ہوئے اس میں کسی مثبت تبدیلی کی توقع عبث ہوگی، بلکہ زیادہ قرین قیاس یہ ہے کہ مستقبل میں روسی اسکول مارکسی الحاد وفساد اور مغربی مکر وفریب دونوں کا مجموعہ ہوجائیگا۔

اس اسکول کے کچھ اہم خدوخال یوں ہیں..

(۱) علوم شرقیہ میں اس کی دلچسپیاں قدیم ہیں لیکن باقاعدہ ایک اسکول کی حیثیت سے اس کا وجود انیسویں صدی سے قبل نہیں ملتا ہے۔

(۲)۔ بالشویک انقلاب کے بعد مشرقی زبانوں کے مطالعہ کا آغاز ہوا۔ ۱۹۱۷ء سے ۱۹۸۸ء تک یعنی مارکسی عہد میں دوسرے علوم کے مقابلہ میں زبانوں پر اس کی توجہ زیادہ رہی جیسے ترکی، چینی، منگولی، فارسی، عربی اور سنسکرت وغیرہ۔

(۳)۔ دوسرے نمبر پر اس کی توجہ کا مرکز مخطوطات کی تحقیق اور فہارس کی ترتیب تھا۔ جس کا ایک بڑا ذخیرہ مقبوضہ روسی ترکستان میں موجود تھا۔

(۴)۔ مقبوضہ ترکستان میں مسلمانوں کے وجود نے اسے حرکت ونشاط بخشا اور وہاں کے عربی، فارسی، ترکی اور ازبکی زبانوں میں اسلامی مخطوطات کی کثرت نے اس اسکول کو نمایاں بنانے میں اہم کردار ادا کیا اور اسے موضوعاتی تنوع عطا کیا

(۵)۔ امریکہ کے ساتھ سرد جنگ کے زمانے (۱۹۴۵ء--۱۹۸۸ء) میں اس نے اسلامی علوم پر توجہ دینا شروع کیا مگر پھر بھی دوسرے مدارس کے مقابلہ میں اس جانب اس کی توجہ واضح طور پر کم رہی ہے۔

(۶)۔ اس کے اکثر مشاہیر نے فرانسیسی مستشرق ڈی ساسی سے تعلیم وتربیت حاصل کی جو اپنی اسلام دشمنی کیلئے مشہور ہے۔

(۷)۔ علوم شرقیہ سے متعلق روس کے مطبعہ، پیٹرس برگ نے عالمی شہرت حاصل کی

ز۔ اسپینی اسکول

اسپین میں استشراق کے ظہور اور ارتقاء کا سبب وہاں مسلمانوں کی عظیم الشان حکومت (۷۱۱ء--۱۴۹۲ء) اور عصور وسطی کی سب سے بڑی تہذیب کا قیام ہے۔ اسکے اہم خدوخال حسب ذیل ہیں۔

(۱)۔ اندلس کے مسلمانوں کی غیر معمولی علمی اور فکری ترقیوں نے اسپینیوں کو حد درجہ متاثر کیا اور

نتیجہ میں ان کے اندر عربی ادب اور اسلامی علوم کے حصول کا شوق پیدا ہوا۔اور یہی دونوں عموماً اس اسکول کے محور ہیں۔

(۲)۔تیرہویں صدی عیسوی سے علمی محرک کی حیثیت ثانوی درجے کی ہو گئی اور اس اسکول پر دینی محرک کا غلبہ ہو گیا۔

(۳)۔اسپینی کتب خانوں میں موجود اسلامی مخطوطات اور آثار کے ذخیروں نے اس اسکول کے نشوونما اور اس کی سرگرمیوں کی نوعیت کے تعین میں قابل ذکر کردار ادا کیا۔

(۴)۔ کتب خانہ اسکوریال عربی مخطوطات اور آثار کے اہم ترین عالمی مراکز میں سے ہے۔اس اسکول کے خدوخال کی تعمیر میں اس کا بڑا دخل رہا ہے۔

(۵)۔اس نے عربی مخطوطات کی تحقیق واشاعت اور فہارس کی ترتیب پر خصوصی توجہ دی

(۶)۔ عربی کتابوں کے ترجمے میں اس کو امتیازی حیثیت حاصل ہے۔دوسرے موضوعات میں فلسفہ، تصوف ،ادب اور تاریخ شامل ہیں۔

(۷)۔مشہور اسپینی مستشرق گارسیا گومز کی سربراہی میں چلنے والے "ادارہ برائے عربی علوم و ثقافت" اور آسیوس بلاسوس کے قائم کردہ "مدرسہ برائے مطالعہ علوم عربی" اس اسکول کے خاص مراکز ہیں

مذکورہ بالا مدارس ،استشراق کے اہم اور بڑے مدارس ہیں دوسرے تمام چھوٹے مدارس اپنے خدوخال اور خصوصیت کے اعتبار سے انہی میں سے کسی ایک کے تحت داخل ہیں یا ان میں سے متعدد کے خدوخال کا مجموعہ ھیں ۔بعض حضرات نے استشراق کو صرف تین مدرسوں میں تقسیم کیا ہے۔"برطانوی"، اطالوی" اور "فرانسیسی"۔ڈاکٹر نجیب عقیقی نے اس دائرے کو اور محدود کرکے استشراق کو صرف دو مدرسوں میں تقسیم کیا ہے

(۱)۔سیاسی مدرسہ (۲)اثری مدرسہ۔

لیکن مذکورہ بالا تقسیم غالباً زیادہ واضح اور حقیقت سے قریب تر ہے۔

اقتدار کے ایوانوں میں
شریعت بل کا معرکہ
مولانا سمیع الحق

ملک کی تاریخ میں نفاذ شریعت کی جدوجہد کا روشن باب ۔ایوان بالا سینیٹ اور قومی سیاست میں نظام اسلام کی جنگ، آغاز، رفتار کار، صبر آزما مراحل کی لمحہ بہ لمحہ روئیداد اور مستقبل کے لائحہ عمل کے علاوہ خارجہ پالیسی، عورت کی حکمرانی، جہاد افغانستان اور اہم قومی و ملی اور بین الاقوامی مسائل پر فکر انگیز گفتگو اور سیر حاصل تبصرے۔

مؤتمر المصنفین
دارالعلوم حقانیہ ۰ اکوڑہ خٹک ۰ نوشہرہ
سرحد (پاکستان)